بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سلسلہ نمبر 30
ایڈیشن نمبر 1
تلاش حق
میں کیسے اور کیوں
اہلحدیث ہوا؟
مولانا عبدالرحمٰنؒ (فیصل آبادی)
فاضل دارالعلوم دیوبند
مرتب وناشر
حافظ عبدالغنی آلِ حسن ناظم ادارہ تبلیغ کلیۃ القرآن والحدیث
اسحاق آباد پوسٹ بکس نمبر 45 ڈیرہ غازیخان پاکستان، فون 0641-466650
طبع اول اگست 2004ء

متلاشیان حق کو منزل مل ہی جایا کرتی ہے

جن کے دل میں تلاشِ حق کی تڑپ ہوتی ہے آخر انہیں منزلِ مُراد مل ہی جایا کرتی ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ جذبہ صادقہ سے تلاشِ حق کیلئے گھر سے نکلے سفر کی صعوبتیں جھیلتے گرتے پڑتے آخر انہیں منزلِ مقصود زیارت حضرت محمد ﷺ کی صورت میں مل گئی۔ اسی طرح ہمارے ممدوح جید عالمِ دین فاضل دارالعلوم دیوبند (بھارت) حضرت مولانا عبدالرحمٰن فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے آبائی مسلک حنفی دیوبندی سے مطمئن نہ تھے۔ تلاشِ حق کی جستجو میں لگے رہے آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی راہِ ہدایت نصیب فرمادی۔ حضرت مولانا اس وقت اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین) انہوں نے مسلک اہل حدیث کیسے اور کیوں قبول کیا یہ آپ کو ان کی اپنی ہی تحریر پڑھ کر معلوم ہوگا جو ہم آپ کی خدمت میں ہفت روزہ اہلحدیث لاہور جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۴۶ سے ان کے شکریہ کیساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ مولانا مرحوم کی یہ خود نوشت بہت سے مقلدین بھائیوں کیلئے بھی ہدایت کا باعث بنے گی۔ انشاء اللہ۔

ان ھدیٰ اللہ ھو الھدیٰ۔ (از ناشر)

میں اہلحدیث کیوں ہوا؟

بندہ حنفی دیوبندی مسلک کا پیروکار تھا اور دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر عرصہ دراز تک اسی مسلک پر عمل پیرا رہا پھر غیر جانب دارانہ تحقیق کر کے ۱۹۶۶ء میں مسلک اہلحدیث کو اختیار کیا اور اس کا باقاعدہ اخبارات میں اعلان بھی کیا پھر بھی بہت سے لوگ پوچھتے ہیں تم نے ایسا کیوں کیا؟

اس کے جواب میں یہ چند سطور تحریر کر رہا ہوں جس میں اپنی زندگی کے مختلف ادوار بتائے ہیں جن سے گزر کر یہ عاجز تحقیق کے بعد اس مقام پر پہنچا جس کا اعلان کرنا ضروری سمجھا نیز یہ بھی بتایا ہے کہ جہاں تک صحیح مسلک کا تعلق ہے تو وہ صرف مسلک اہلحدیث ہے۔

مسلک اہلحدیث یہی ہے کہ کوئی بات اس وقت تک تسلیم نہ کی جائے جب تک وہ قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو اور اگر قرآن و حدیث کے خلاف کسی بڑے سے بڑے عالم کی بات بھی آجائے تو وہ بھی قابل قبول نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلہ میں نہ کسی عالم کی بات کو سند اور دلیل مانتے ہیں اور نہ ہی کسی امام کی ذاتی رائے کو شریعت مانتے ہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے بھی صرف وہی ارشادات قابل قبول ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے مطابق ہوں یہی میرا مسلک ہے۔

میری زندگی کا پہلا دور

میں ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوا جب سے ہوش سنبھالا والدین اور ماحول سے یہ تین عقیدے سیکھے۔ا۔ ہمارا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔۲۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں اور ہم آپؐ کے اُمتی ہیں۔۳۔ مرنے کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ زندہ کر کے ہمارے عملوں کا حساب کتاب لے گا اور پھر بہشت یا دوزخ میں بھیج دے گا۔ اسی طرح میں نے اُن سے یہ عقیدہ بھی حاصل کیا کہ ہم حنفی ہیں اور ہمارا مذہب حنفی ہے یعنی ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ کم عمری کے وقت ذہن میں نہ کسی تنقید کی قابلیت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی انسان موروثی عقائد پر تنقید کرنا پسند کرتا ہے سو میں بھی انہی عقائد کو موروثی طور پر اختیار کرنے کیلئے تیار رہا اور ان سے دلی وابستگی پیدا کر لی اور یہی وہ عقیدہ ہے جن کی بناء پر ایک آدمی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے کلمہ طیبہ تو ہم لوگ صرف تبرکاً پڑھتے ہیں الفاظ کا مطلب کچھ نہیں سمجھتے۔ میں نے بھی تبرکاً ہی یہ کلمہ پڑھنا اپنے ماحول سے سیکھ لیا اور معنٰی و مطلب سے کوئی غرض نہ رکھی اس کے بعد میں اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گھر سے رخصت ہو گیا اور مختلف اساتذہ کرام سے بے شمار علوم و فنون پڑھتا رہا صَرف نحو، منطق، فلسفہ، فلکیات، فقہ، اصول فقہ وغیرہ اور جب ان علوم کے بارے میں اساتذہ سے پوچھا جاتا کہ ہم یہ علوم کیوں پڑھ رہے ہیں تو وہ یہ بتاتے کہ ان علوم کے ذریعے قرآن وحدیث کو انسان اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ گویا ان علوم کی تعلیم قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے دی جا رہی تھی۔ اس پر مجھے بارہا اپنے اساتذہ سے یہ عرض کرنا پڑتا کہ آپ ان علوم کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث بھی پڑھائیں تو جواب یہ ملتا کہ ان سے سے فارغ ہو کر تم آخری سال دورہ حدیث پڑھو گے تو اس وقت آپ کو قرآن وحدیث کا علم حاصل ہو سکے گا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل کو اس طرز عمل سے ایک دھچکا سا لگا مگر یہ وقتی حادثہ تھا جو دل میں آیا اور گذر گیا اور میرے اساتذہ کا اس میں کوئی قصور بھی نہ تھا اس لئے کہ سارے معاشرہ میں وہ نصاب تعلیم پڑھا اور پڑھایا جا رہا تھا جو شاہ جہان کے دور میں ایک سرکاری عالم مُلا نظام الدین نے مرتب کیا تھا اور اسی لئے اس نصاب کا نام بھی درسِ نظامی ہے اور اہلحدیث کے علاوہ سب شیعہ، سنی، بریلوی اور دیو بندی یہی نصاب آج تک پڑھتے پڑھاتے آرہے ہیں تو میرے اساتذہ بھی اسی معاشرہ میں رہتے تھے اس لئے انہوں نے بھی یہی نصاب پڑھانا تھا اور پڑھایا۔ میرے ان اساتذہ میں سے بعض تو بلند درجہ کے عالم تھے کہ ان کے فیض سے رب نے مجھے دولت علم سے نوازا اور میرے دل سے ہمیشہ ان کیلئے

دعائیں نکلتی ہیں اور ان علمائے کرام نے ہی میرا یہ ذہن بنایا کہ جو علم تجھے پڑھایا جارہا ہے یہ خدا کی طرف سے امانت ہے جو ہم تیرے سپرد کئے جارہے ہیں اب تیرا فرض ہے کہ یہ امانت اس طرح دوسرے لوگوں تک پہنچادو۔ اسی تلقین سے متاثر ہو کر میں نے زندگی کے ابتدائی دس سال تعلیم حاصل کرنے کے لئے وقف کئے اور فراغت کے بعد بھی بیس سال تعلیم و تدریس کا کام کرتا رہا۔ الحمداللہ یہ کام میں نے خالصتاً رضائے الٰہی کیلئے کیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (آمین)

میرا دوسرا دور

بہرحال جب دورِ طالب علمی کا وہ آخری سال آیا جب مجھے دورہ حدیث پڑھنا تھا تو میں علم حدیث حاصل کرنے کے لئے ہندوستان گیا اور دیوبندی مسلک کے مشہور مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں چوٹی کے علماء سے دورہ حدیث پڑھا جن میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی شامل تھے جو مملکتِ پاکستان میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ ان تمام اساتذہ کرام کا علم ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا تھا اُن کا تقویٰ اور دیانت داری مسلم تھی مگر طریق تعلیم تو وہی تھا جو تمام حنفی علماء میں مروج تھا چنانچہ دورہ حدیث کے دوران میرے دل کو دو باتوں سے زبردست دھچکا لگا اول یہ کہ دورہ حدیث میں حدیث کی چھ کتابیں پڑھائی جارہی تھیں جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ۔ ان سب کتابوں کے مصنفوں میں سے کوئی ایک بھی کسی امام کا مقلد نہیں تھا۔ اور میرے دل پر یہ بات بھی بہت گراں گذری کہ حدیثیں جمع کرنے والے محدث علماء میں سے کوئی بھی حنفی نہیں اور نہ حنفی علماء کی کوئی حدیث کی کتاب ہمارے درس میں شامل تھی کیونکہ احناف کے ہاں ایسی کتاب ہے ہی نہیں۔ دوسری بات جس سے میرے دل کو زبردست چوٹ لگی وہ ہمارے اساتذہ کا سال بھر ان حدیثوں کی تاویلوں پر طویل تقریریں کرنا تھا جو حنفی فقہ کے خلاف تھیں۔ حتی کے بعض حدیثوں پر تو دس دس دن اور مہینہ مہینہ تقریریں ہوتی رہتیں جن کو ہم طلبہ یاد بھی کرتے اور لکھتے بھی تھے مگر ان تقریروں کی حیثیت محض غلط تاویلوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے ساتھ دورہ حدیث میں جزائر مالا بار کا ایک شافعی طالب علم بھی شریک تھا وہ کہا کرتا تھا ہمارے اساتذہ اپنے مذہب کے مسائل کو دلائل کی بجائے مکوں کے زور سے ثابت کرتے ہیں اور بعض اساتذہ تو دوران تدریس جوش میں تر پائی پر زور زور سے مکے بھی مارا کرتے تھے۔ اس صورتحال سے میرا ذہن متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا مگر اس کے باوجود بیس سال میں صرف اس قدر فقہ کی تردید کیا کرتا تھا کہ جو مسائل فقہ میں گروہی نہیں

بلکہ شہنشاہوں اور جاگیرداروں کو خوش کرنے کے لئے لکھے گئے ہیں وہ غلط ہیں۔ تو میری اس تردید سے حنفی علماء ناراض ہو جایا کرتے تھے مگر انصاف پسند اور تعلیم یافتہ حضرات اس کو پسند کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ میرے ذہنی انقلاب کا یہ دوسرا واقعہ تھا۔

میرا تیسرا دور

تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ میں اپنے بیس سالہ دورِ تدریس میں طلباء کو ترجمہ قرآن اور حدیث کی ابتدائی کتاب مشکوٰۃ شریف کا درس لازمی دیا کرتا تھا اور یہ دونوں مضمون حنفی نصاب میں داخل نہیں تھے۔ ابتداء میں طالب علم مخلص ہوتے تھے اور وہ میرے اس کام کی قدر کرتے تھے مگر تقسیم ملک کے بعد طالب علم میرے ان جبری اسباق کو بیگار سمجھنے لگے اور ملک کے طول وعرض میں مجھے اس کام پر مطعون کیا جانے لگا کہ وہ سخت طبیعت کا مالک ہے اور طالب علموں سے جبراً بیگار لیتا ہے۔ ان کو جبراً ترجمہ قرآن اور مشکوٰۃ شریف نہیں پڑھانا چاہئے۔ میں اپنے خلاف اس قسم کے طعنے اور الزامات سنتا تو میری طبیعت ایسے طالب علموں سے بیزار ہو جاتی کہ انسانوں کے لکھے ہوئے علوم کو تو شوق سے پڑھتے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عطا کردہ علوم کو پڑھنا بیگار سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پڑھا کر عالم بنا کر مجھے خدا کے ہاں کیا اجر ملے گا؟ کیونکہ میں ان کو دنیا کے مال ومتاع کے لئے تو نہیں پڑھا رہا تھا میں تو صرف رضائے الٰہی کیلئے پڑھا رہا تھا تو جب خدا کی کتاب اور پیغمبر ﷺ کی حدیث کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ ہے تو ان کو پڑھانے سے نہ پڑھانا ہی بہتر ہے۔

میرا چوتھا دور

چوتھا واقعہ یہ ہوا کہ آج کل دینی مدارس بھی دکانداری بن کر رہ گئے ہیں۔ اور دینی علم پڑھنے پڑھانے والوں نے بھی اپنا مقصد دنیا حاصل کرنا ہی بنا لیا ہے۔ صداقت اور امانت داری سے یہ کوسوں دور ہیں جیسا کہ ۱۹۶۳ء کی بات ہے کہ لائل پور (فیصل آباد) شہر میں نماز تراویح کا اختلافی مسئلہ چھڑ گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ منٹگمری بازار کی مسجد اہلحدیث میں ایک جلسہ عام میں امام المناظرین حضرت مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی مرحوم ومغفور اور رئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑیؒ نے یہ چیلنج کر کے کہا کہ اگر بیس رکعات نماز تراویح کوئی حنفی عالم ثابت کرنا چاہے تو ہم مناظرہ کیلئے تیار ہیں۔ میرے مدرسہ کے دو طالب علموں نے رقعہ لکھا کہ ہم اس کیلئے تیار ہیں انہوں نے واپس آ کر مجھ سے مناظرہ کے لئے کہا تو میں نے کہا مناظروں سے مسائل ثابت نہیں ہوا کرتے۔ میں جلد ہی نماز تراویح

پر ایک رسالہ لکھنے والا ہوں پھر جب میں نے رسالہ لکھنے کا عزم کیا تو چونکہ میں بھی دوسرے حنفی علماء کی طرح دیگر علوم وفنون کا تو ماہر تھا۔ مگر حدیث چونکہ ہمارے ہاں کوئی پڑھتا ہی نہیں تھا اس لئے حدیث میں مجھے بھی کوئی مہارت نہ تھی۔ چنانچہ میں رسالے کا مواد حاصل کرنے کے لئے مولانا سرفراز خان صفدر کے پاس گکھڑ گیا کیونکہ وہ اہلحدیث مسلک کے خلاف اختلافی مسائل پر کتابیں لکھتے رہتے تھے تو انہوں نے مجھے بیس رکعات تراویح کے حق میں دو دلیلیں پیش کیں ایک مؤطا امام مالکؒ کی روایت تھی جس میں راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ رمضان کی راتوں میں بیس رکعات تراویح باساتھ قیام کیا کرتے تھے۔ مولانا سرفراز صفدر نے کہا چونکہ یہ مؤطا کی روایت ہے اس لئے یہ مستند ہے اور دوسری دلیل یہ پیش کی کہ سنن بیہقی میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین دن باجماعت جو نماز تراویح پڑھائی تھی وہ بیس رکعات تھی۔ مولانا سرفراز خان صفدر نے فرمایا کہ اس روایت میں ابو شیبہ نامی ایک راوی ہے جس کو اہلحدیث ضعیف قرار دیتے ہیں مگر اسمائے رجال کی کتاب میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے اس راوی کو ضعیف قرار نہیں دیا اور مجھے میزان الاعتدال کی یہ عبارت نکال کر دکھائی اور لکھوائی۔ عبارت یوں ہے کہ ابو شیبہ کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے کہ "سکتہ عنہ البخاری" یعنی اس راوی کے بارے میں امام بخاریؒ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس راوی پر کوئی تنقید نہیں کی اور جب امام بخاریؒ تنقید نہیں کرتے تو دوسرے محدثین کی تنقید کی کیا اہمیت ہے میں نے واپس آکر رسالہ لکھ کر شائع کر دیا اور یہ عبارت بھی لکھ دی اس پر ایک اہلحدیث عالم کی طرف سے اشتہار شائع ہوا کہ اگر مولانا عبدالرحمٰن یہ ثابت کر دیں کہ بخاریؒ نے ابو شیبہ کو ضعیف قرار نہیں دیا تو میں مولانا صاحب کو ایک ہزار روپے کا انعام دوں گا۔ جب مجھے یہ اشتہار پہنچا تو بڑی حیرت ہوئی کی میزان الاعتدال میں یہ عبارت میں نے خود دیکھی ہے تو پھر یہ چیلنج کیسا؟ پھر میں نے سوچا شاید جو جملہ میں نے نقل کیا ہے اس کے سیاق وسباق میں کوئی عبارت رہ نہ گئی ہو جو میں نے نہ دیکھی ہو۔ چنانچہ میں نے بحالت روزہ لاہور کا سفر کیا اور کتاب میزان الاعتدال دو سو روپے میں جا کر خریدی اور جب اُس کتاب کا مطالعہ کیا تو عبارت بالکل درست تھی اور اس کے سیاق وسباق میں بھی کوئی ایسا لفظ نہ تھا جس میں اس جملہ کی نفی ہوتی ہو میری حیرت اور بڑھ گئی اور واپس لائل پور (فیصل آباد) آ گیا۔ یہاں آکر میزان الاعتدال کا مقدمہ پڑھا تو وہاں یہ قاعدہ لکھا ہوا تھا کہ جب اسناد حدیث کی بحث میں یہ جملہ آ جائے کہ "سکنت عنہ البخاری" تو

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام بخاریؒ یا دوسرے محدثینؒ نے اس راوی کو حد سے زیادہ ضعیف قرار دیا اور اس کو اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ اس کے متعلق کوئی بحث کی جائے۔ یعنی وہ نا قابل اعتماد ہے اور اس کے متعلق کہا کرتے تھے کہ چھوڑو اس راوی کو یہ بھی کوئی محدث ہے؟ کہ اس پر کوئی توجہ دی جائے یعنی سرے سے یہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کا محدثین کی لسٹ میں نام لیا جائے تو "سکت عنہ البخاری" کا مطلب اس قاعدہ کے مطابق یہ ہوا کہ امام بخاریؒ نے اس کے متعلق کوئی بات کرنا ہی گوارا نہیں کیا۔ جب یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہوئی تو میں نے مولانا سرفراز خان صاحب کو لکھا کہ مذہبی تعصب میں آ کر دیانتداری چھوڑ دینا ایک عالم کے شان شایان نہیں تو انہوں نے مجھے اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ عرصہ کے بعد جب اُن سے ملاقات ہوئی تو صرف زبانی فرمایا کہ مولوی صاحب ایسے اختلافی مسائل میں حقیقت یہ ہے کہ احادیث حنفیوں کے خلاف ہیں بس ایسے ضعیف سہاروں سے ہی کام لینا پڑتا ہے اس سے میرے ذہن پر زبردست چوٹ لگی اور افسوس ہوا کہ دین کے معاملہ میں یہ طرز عمل تو خالصۃً یہودی علماء کا ہے چنانچہ ان وجوہات کی بناء پر میں نے ایک طرف مدرسہ چلانے سے معذرت کر لی اور دوسری طرف تقلیدی ذہنیت کو بالکل ترک کر دیا اور غیر جانبدار ہو کر عالمی مذاہب کا مطالعہ شروع کیا اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا بھی غیر جانبداری سے مطالعہ کیا۔ اور قرآن وحدیث کو غیر جانبدار ہو کر سمجھنا اپنا نصب العین بنا لیا۔ چنانچہ چند برسوں کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسلمانوں کے اختلافی مسائل میں حق یہ ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث میں ملے اس کو قبول کیا جائے۔ اور وہ باتیں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں ان کو رد کیا جائے کیونکہ پیغمبر ﷺ کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں تو پھر ہم غیر معصوم انسانوں کی تقلید کیوں کریں ترکِ تقلید نہ صرف یہ کہ میں نے اپنا مسلک بنا لیا بلکہ میرے نزدیک کسی بھی عالم کے لئے تقلید جائز نہیں اور غریب عوام تو علماء کے تابع ہوتے ہیں وہ معزور ہیں مگر علماء کے لئے تقلید کرنا قطعاً حرام ہے جب ایک مسلمان کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے تو اس کے پہلے جز کا مطلب ہے کہ انسان دل سے یہ عہد کرے کہ میں نے اپنا مالک و حاکم صرف خدا کو بنانا ہے اور اُسی کے حکموں پر میں نے چلنا ہے اور دوسرے جز کا مطلب ہے کہ یہ دور ہے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا لہٰذا اللہ کا وہی حکم میں نے ماننا ہے جو حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ مجھ تک پہنچا ہے۔ ہر مسلمان جب دل سے صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کو ماننے کا عہد کرتا ہے تو پھر کسی مسلمان کے لئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے سوا کسی دوسرے انسان کی تقلید کرے اور تعصب میں آ کر آنکھیں بند

کر لے ۔ یاد رکھئے جس طرح خدا کے سوا کسی دوسرے کا حکم ماننا الوہیت میں شرک ہے اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کسی دوسرے کا حکم ماننا بھی شرک فی الرسالت ہے۔ تقلید تو عوام کے لئے بھی حرام ہے اور علماء کے لئے تو اس سے بھی زیادہ حرام ہے۔ مگر علماء اس جرم میں عوام کی طرف سے بھی ذمہ دار ہیں کیونکہ وہ عوام کو گروہ بندی میں بانٹ کر تقلید کرنے پر مجبور کرتے ہیں حالانکہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے شخص کی بات کو بھی ٹھکرا دیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ واقعہ تاریخ اسلام میں مذکور ہے کہ حج کے موقع پر ان سے کسی نے مسئلہ پوچھا تو آپؓ نے فرمایا اس مسئلہ میں رسول ﷺ کا فرمان یہ ہے تو سائل نے کہا آپ کے والد محترم حضرت عمرؓ تو اس کے خلاف بیان کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ غصے میں آ گئے اور فرمایا کیا محمد رسول اللہ ﷺ اتباع کئے جانے کے زیادہ حقدار ہیں یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (احکام الاحکام ج ۲ بحث رد تقلید) یہ ہے سچے ایمان کی نشانی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف خواہ کسی جلیل القدر صحابی کی بات ہی کیوں نہ ہو اس کو بھی رد کر دیا جائے۔ یہی دعوت جماعت اہلحدیث کی ہے،

بالآخر میں اہلحدیث ہوگیا

اب میرے سامنے دو ہی راستے تھے ایک تقلیدی مذہب کا جس کا مطلب یہ تھا کہ جو مسائل حنفی فقہ کی کتابوں میں درج ہیں ان کو میں دل سے خدائی احکام مان کر ان کے مطابق عمل کروں۔ اور دوسرا راستہ تحقیقی مذہب کا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کرنے کا عہد کرتا۔ تو میں نے دیانتداری سے دوسرا راستہ اختیار کیا اور پہلے راستہ کو رد کر دیا یہی دوسرا راستہ مسلک اہلحدیث ہے۔ جس کا مطلب کسی خاص طبقہ کی تقلید کرنا نہیں بلکہ قرآن و حدیث پر ایمان لا کر ان کے مطابق عمل کرنا ہے۔ لہٰذا میں نے مذکورہ بالا مختلف ادوار سے گزرنے کے بعد مسلک اہلحدیث کو اختیار کیا اور اس کا اعلان بھی کر دیا۔ اس کے بعد نماز تروایح، فاتحہ خلف الامام، احکام نماز جنازہ وغیرہ جیسے مسائل پر چھوٹے چھوٹے رسائل بھی تصنیف کر کے طبع کرا چکا ہوں تا کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی خداوند قدوس ہدایت نصیب فرمادے۔ اور وہ تقلید ترک کر کے سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو کر اپنی عاقبت سنواریں۔ اس مختصری تحریر کا مطلب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کو اتباع سنت رسول ﷺ کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

وما علینا الا البلاغ المبین